نہج البلاغہ میں شخصیت امام علی علیہ السلام

قرآن مجید کے بعد معتبر ترین کتاب کا نام نہج البلاغہ ہے یہ کتاب تحت کلام الخالق و فوق کلام المخلوق ہے۔ اس کتاب میں امیر المومنین امام المتقین حضرت علی علیہ السلام کے بیان کردہ ۲۴۱ خطبات ۷۹ مکتوبات اور ۴۸۰ اقوال ہیں۔ جنہیں سب سے پہلے شریف ابو الحسن محمد الرضی بن حسن الموسوی متوفی ۴۰۴ھ نے پہلی مرتبہ جمع کیا اور نہج البلاغہ کے نام سے دنیا کے سامنے پیش کیا ہم اسی کی روشنی میں مولائے کائنات کی شخصیت کا تعارف پیش کر رہے ہیں

نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۲ / ۱۹۵ ہے جس کا نام "القاصعہ" سے ہے جس میں آدم و ابلیس کا تذکرہ ہے اور بھی بہت سے مضامین زیر بحث آئے ہیں ان میں سے ایک عنوان فضل وہی ہے جس کے ذیل میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ھیں۔

انا وضعت بكلاكل العرب ـ ـ ـ أرى نور الوحي والرسالة، وأشم ريح النبوة.

میں نے تو بچپن ہی سے عرب کا سینہ پیوندِ زمین کر دیا تھا اور قبیلہ ربعیہ و مضر کے ابھرے ہوئے سینگوں کو توڑ دیا تھا۔ تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی رشتہ داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام اُن کے نزدیک کیا تھا اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے۔ بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے۔ اپنے جسم مبارک سے مجھے مس کرتے تھے۔ اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے۔ پہلے آپ کسی چیز کو چباتے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انھوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔ اور میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے آپ ہر روز میرے لیے اخلاقِ حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے اُن کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور (ام المومنین) حضرت خدیجہ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ تیسرا ان میں میں تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور

دیکھتا تھا اور نبوت کی خوش بو سونگھتا تھا۔ جب آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ یہ آواز کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے (اے علی) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔

معاویہ بن ابی سفیان کے خط کے جواب میں آپ کی تحریر مکتوب نمبر ۲۸ جسے سید رضی **"من محاسن الکتب"** میں فرماتے ہیں

تمہیں محسوس ہونا چاہیے کہ تم حیرت و سرگشتگی میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہو اور راہ راست سے منحرف ہو آخر تم دیکھتے نہیں اور یہ میں جو کہتا ہوں تمہیں کوئی اطلاع دینا نہیں ہے بلکہ اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ کرنا ہے۔ کہ مہاجرین و انصار کا ایک گروہ خدا کی راہ میں شہید ہوا اور سب کے لئے فضیلت کا ایک درجہ ہے۔ مگر جب ہم میں سے شہید نے جام شہادت پیا تو اسے سید الشہداء کہا گیا۔ اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صرف اسے یہ خصوصیت بخشی کہ اس کی نماز جنازہ میں ستر تکبیر کہی اور کیا نہیں دیکھتے کہ بہت لوگوں کے ہاتھ راہ خدا میں کاٹے گئے اور ہر ایک کے لئے ایک حد تک فضیلت ہے مگر جب ہمارے آدمی کے لیے یہی ہوا جو اوروں کے ساتھ ہو چکا تھا تو اسے الطّیار فی الجنۃ (جنت میں پرواز کرنے والا) اور ذوالجناحین (دو پروں والا) کہا گیا اور اگر خداوند عالم نے خود ستائی سے روکا نہ ہوتا تو بیان کرنے والا و فضائل بیان کرتا کہ مومنین کے دل جن کا اعتراف کرتے ہیں اور سننے والوں کے کان انہیں اپنے سے الگ نہیں کرنا چاہتے۔

فإنا صنائع ربنا، والناس بعد صنائع لنا- ہم وہ ہیں جو براہ راست اللہ سے نعمتیں لے کر پروان چڑھتے ہیں اور دوسرے ہمارے احسان پروردہ ہیں۔ ہم نے اپنی نسلاً بعد نسل چلی آنے والی عزت اور تمہارے خاندان پر قدیمی برتری کے باوجود کوئی خیال نہ کیا اور تم سے میل جول رکھا اور برابر والوں کی طرح رشتے دیے لیے- حالآنکہ تم اس منزلت پر نہ تھے اور کیسے ہو سکتے ہو جب کہ ہم میں نبی اور تم میں

جھٹلانے والا (ابوجہل) ہم میں اَسَد اللہ (حضرت حمزہ) اور تم میں اسد الاحلاف (ابوسفیان) اور ہم میں سردارِ جوانان جنت (حسن و حسین) اور تم میں جہنمی لڑکے (آلِ مروان) اور ہم میں سردار زنان عالمیان (حضرت فاطمۃ الزھرا) اور تم میں حَمَّالَۃَ الحَطَب (ام جمیل بنت حرب معاویہ کی پھوپھی ابولہب کی بیوی) اور ایسی بہت سی باتیں ہیں جو ہماری بلندی اور تمہاری پستی کی آئینہ دار ہیں-

مکتوب ۱۷ میں معاویہ کے خط کے جواب میں شام کی حکومت طلب کرنے پر یہ تحریر فرمایا- تمہارا یہ مطالبہ کہ میں شام کا علاقہ تمہارے حوالے کر دوں تو میں آج وہ چیز تمہیں دینے سے رہا کہ جس سے کل انکار کر چکا ہوں--- تمہارا یہ کہنا کہ ہم عبد مناف کی اولاد ہیں- تو ہم بھی ایسے ہی ہیں- مگر امیّہ ہاشم کے اور حرب عبد المطلب کے اور ابوسفیان و ابوطالب کے برابر نہیں ہیں (فتح مکہ کے بعد) چھوڑ دیا جانے والا مہاجر کا ہم مرتبہ نہیں اور الگ سے نتھی کیا ہوا روشن اور پاکیزہ نسب والے کے مانند نہیں اور غلط کار حق کے پرستار کا ہم پلّہ نہیں اور منافق مومن کا ہم درجہ نہیں-

پھر اس کے بعد ہمیں نبوت کا بھی شرف حاصل ہے-

و متی کنتم یا معاویہ سامۃ الرعیۃ-

اے معاویہ! بھلا تم لوگ (امیہ کی اولاد) کب رعیت پر حکمرانی کی صلاحیت رکھتے تھے؟ تم نے مجھے جنگ کے لیے للکارہ ہے تو ایسا کرو کہ لوگوں کو ایک طرف کر دو اور خود (میرے مقابلے میں) باہر نکل آؤ دونوں فریق کو کشت و خون سے معاف کر دو تا کہ پتہ چل جائے کہ کس کے دل پر زنگ کی تہیں چڑھی ہوئی ہیں اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے- میں (کوئی اور نہیں) وہی ابوالحسن کہ جس نے تمہارے نانا (عتبہ) تمہارے ماموں (ولید) اور تمہارے بھائی (حنظلہ) کے پرخچے اڑا کر بدر کے دن مارا تھا- وہی تلوار اب بھی میرے پاس ہے اور اسی دل گردے کے ساتھ ابھی دشمن سے مقابلہ کرتا ہوں، نہ میں نے کوئی دین بدلا ہے، نہ کوئی نیا نبی کھڑا کیا ہے اور میں بلاشبہ اسی شاہ راہ پر ہوں جسے تم نے اپنے اختیار سے چھوڑ رکھا ہے پھر مجبوری سے اس میں داخل ہوئے-

نہج البلاغہ کا تیسرا خطبہ جو الشِّقْشَقِیَّۃ کے نام سے مشہور ہے اس خطبے میں مولائے کائنات نے تینوں خلافتوں کے بارے میں بحث کی ہے اہل سنت اس خطبے کو سید رضی کی اختراع کہتے ہیں لیکن زبان و بیان اور طرز گفتگو اس بات کے عکاس و غمّاز ہیں کہ خطبہ خطیب ممبر سلونی کی زبان مبارک سے جاری ہوا اور مختصر سے الفاظ میں حقائق و معارف کا ایک سمندر ہے جو موج زن نظر آتا ہے- سید رضی سے پہلے آنے والے مصنفین نے بھی اس خطے کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے مثلاً ابن قبہ رازی نے اپنی کتاب الانصاف فی الامامہ میں، ابن عبد ربہ مالکی نے العقد الفرید میں، قاضی عبد الجبار نے المغنی میں، ابو سعید الآبي نے اپنی دونوں کتابوں نثر الدور اور نزہۃ الادب میں، شیخ مفید نے الارشاد میں اور ابن الجوزی نے تذکرۃ الخواص میں۔

یہ خطبہ جذبات کا عکّاس احساسات کا آئینہ دار اور حقائق کا مظہر ہے نہایت حسین پیرائے میں، خوب صورت انداز میں، جوش و خروش اور ولولے اور طنطنے کے ساتھ مطمع ہے نظر کی عکاسی و غمّازی کی ہے فرماتے ہیں

أَمَا وَ اللهِ لَقَدْ تَقَمَّصَهَا فُلَانٌ وَ إِنَّهُ لَيَعْلَمُ أَنَّ مَحَلِّي مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَا

خدا کی قسم فلاں شخص نے پیراہن خلافت پہن لیا حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت سے وہی مقام ہے جو چکّی کے اندر اس کی کیلی کا ہوتا ہے

يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ وَ لَا يَرْقَى إِلَيَّ الطَّيْرُ

علم و عرفان کے چشمے مجھ سے ہی جاری ہوتے ہیں اور میری رفعت و منزلت کو کوئی نہیں پا سکتا طائرِ وہم و خیال کی بھی وہاں تک رسائی نہیں ہے- ان حالات میں مَیں نے صبر کو اپنایا- میراث لٹتی رہی اور میں دیکھتا رہا۔ اس کے بعد دوسری خلافت اور تیسری خلافت کا تذکرہ کیا کہ کس طرح ان لوگوں نے خلافت پر قبضہ جمایا اور پھر اپنی خلافت کا ذکر کیا کہ آپ نے انکار کے بعد اقرار کیوں کیا اور کس طرح بیعت ہوئی۔ آپ کے نزدیک دنیا تو بکری کی چھینک سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ جبھی آپ نے فرمایا تھا مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کو تلاش کر لو۔

خطبہ ۹۲ / ۹۰ میں فرماتے ہیں جب قتلِ عثمان کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ کیا گیا تو فرمایا۔

مجھے چھوڑو اور (اس خلافت کے لیے) میرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈ لو ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جس کے کئی رخ اور کئی رنگ ہے، جسے نہ دل برداشت کر سکتے ہیں اور نہ عقلیں اسے مان سکتی ہیں۔ دیکھو (افق عالم) پر گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، راستہ پہچاننے میں نہیں آتا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر میں تمہاری اس خواہش کو مان لوں تو تمھیں اس راستے پر لے چلوں گا جو میرے علم میں ہے اور اس کے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش پر کان نہیں دھروں گا اور اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو تو پھر جیسے تم ہو ویسا میں ہوں اور ہو سکتا ہے کہ جسے تم اپنا امیر بناؤ اس کی تم سے زیادہ سنو اور مانوں اور میرا (تمہارے دینوی کی مفاد کے لیے) امیر ہونے سے وزیر ہونا بہتر ہے۔

خطبہ ۱۰۹ میں اہل بیت کے عنوان سے فرماتے ہیں

نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ وَ مَحَطُّ الرِّسَالَةَ وَ مُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ وَ مَعَادِنُ الْعِلْمِ وَ يَنَابِيعُ الْحُكْمِ نَاصِرُنَا وَ مُحِبُّنَا يَنْتَظِرُ الرَّحْمةَ وَ عَدُوُّنَا وَ مُبْغِضُنَا يَنْتَظِرُ السَّطْوَة

ہم نبوت کا شجرہ، رسالت کی منزل، ملائکہ کی فرودگاہ، علم کا معدن اور حکمت کا سرچشمہ ہیں ہماری نصرت کرنے والا اور ہم سے محبت کرنے والا رحمت کے لیے چشم براہ ہے اور ہم سے دشمنی و عناد رکھنے والے کو قہر (الٰہی) کا منتظر رہنا چاہیے۔

مولائے کائنات کے نہایت عزیز صحابی کمیل بن زیاد جن کے نام سے منسوب دعائے کمیل ہے جسے ہم شب جمعہ میں پڑھتے ہیں قول ۱۴۷ کے ذیل میں فرمایا کمیل بن زیاد راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور قبرستان کی طرف لے چلے جب آبادی سے باہر نکلے تو ایک لمبی آہ بھری۔ پھر فرمایا اے کمیل یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں۔ ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو لہذا جو میں تمہیں بتلاؤں اسے یاد رکھنا۔ دیکھو تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک عالم ربّانی دوسرا متعلم جو نجات کی راہ پر برقرار ہے اور تیسرا عوام کا وہ پست گروہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہو لیتا ہے اور ہر ہوا کے رخ پہ مڑ جاتا ہے نہ انھوں نے نورِ علم سے کسبِ ضیاء کیا اور

نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے علم اور مال کا تقابل کیا اور علم کے فضائل بیان فرمائے۔ اس کے بعد حضرت نے اپنے سینے اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا دیکھو یہاں علم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے کاش اسے اٹھانے والے مجھے مل جاتے۔

جنگ صفین زور و شور سے جاری ہے امام علیہ السلام کا پلّہ بھاری ہے فتح و کامرانی سامنے دکھائی دے رہی ہے۔ معاویہ نے نیزے پر قرآن بلند کروائے کہ ہم قرآن کے مطابق فیصلہ چاہتے لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ حضرت علی علیہ السلام کے لیے نہایت مشکل منزل تھی اور قرآن کو حکم بنائیں یا نہ بنائیں یہ معاویہ کی سازش تھی۔ مکر و فریب تھا حضرت علی علیہ السلام نے مجبوراً جنگ بند کر دی۔ معاویہ کا قرآن سے کیا تعلق تھا وہ ایک سازش تھی اسی کا پردہ چاک کیا ہے اور تحکیم کے بارے میں یہ خطبہ دیا ہے۔

خطبہ 125 ہے

إِنَّا لَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ - وإِنَّمَا حَكَّمْنَا الْقُرْآنَ هَذَا الْقُرْآنُ - إِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَسْطُورٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ

ہم نے آدمیوں کو نہیں بلکہ قرآن کو حَکَم قرار دیا تھا۔ چونکہ یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان ایک لکھی ہوئی کتاب ہے کہ جو زبان سے بولا نہیں کرتی۔ اس لیے ضرورت تھی کہ اس کے لیے کوئی ترجمان ہو اور وہ آدمی ہی ہوتے ہیں جو اس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں۔ جب ان لوگوں نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے درمیان قرآن کو حکم ٹھہرائیں تو ہم ایسے لوگ نہ تھے کہ اللہ کی کتاب سے منہ پھیر لیتے جب کہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے کہ "اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو (اس کا فیصلہ نپٹانے کے لیے) اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو"، اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کتاب کے مطابق حکم کریں اور رسول کی طرف رجوع کرنے کے معنی ہیں کہ ہم ان کی سنت پر چلیں۔ چنانچہ اگر کتاب خدا سے سچائی کے ساتھ حکم لگایا جائے تو اس کی رُو سے سب لوگوں سے زیادہ ہم (خلافت) کے حقدار ہوں گے اور اگر سنت رسول کے مطابق حکم لگایا جائے تو بھی ہم ان سے زیادہ اس کے اہل ثابت ہوں گے۔

امام عالی مقام اپنی زندگی کے بارے میں عثمان بن حنیف کو مکتوب ۴۵ میں تحریر فرماتے ہیں " تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر مقتدی کا ایک پیشوا ہوتا ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے اور جس کے نور علم سے کسب ضیاء کرتا ہے دیکھو تمھارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے دنیا کے ساز و سامان میں سے دو پھٹی پرانی چادروں اور کھانوں میں سے دو روٹیوں پر قناعت کر لی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمھارے بس کی یہ بات نہیں۔ لیکن اتنا تو کرو کہ پرہیز گاری کی سعی و کوشش پاک دامنی اور سلامت روی سے میرا ساتھ دو۔ خدا کی قسم میں نے تمھاری دنیا سے سونا سمیٹ کر پہن رکھا ہے اور نہ ہی اس کے مال و متاع میں سے انبار جمع کر رکھے ہیں۔ بے شک آسمان کے سایہ تلے لے دے کر ایک فَدک ہمارے ہاتھوں میں تھا اس پر بھی کچھ لوگوں کے منہ سے رال ٹپکی اور دوسرے فریق نے اس کے جانے کی پروانہ کی اور بہترین فیصلہ کرنے والا اللہ ہے بھلا میں فدک یا فدک کے علاوہ کسی اور چیز کو لے کر کروں ہی گا کیا جب کہ نس کی منزل کل مبرا قرار پانے والی ہے۔

میرا نفس اس بات سے مطمئن ہو سکتا ہے کیا کہ مجھے امیر المومنین کہا جائے مگر میں ناخوش گوار حالات میں مومن کا شریک حال نہ بنوں اور زندگی کی بدمزگیوں میں ان کے لیے نمونہ نہ بنوں۔ مجھے رسول سے وہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے۔ خدا کی قسم اگر تمام عرب ایکا کر کے مجھ سے بھڑنا چاہیں تو میدان چھوڑ کر پیٹھ نہ دکھاؤں گا اور موقع پاتے ہی ان کی گردن دبوچ لینے کے لیے لپک کر آگے بڑھوں گا۔

نظام حکومت اور انتظام سلطنت کے لیے آج تک کسی نے ایسا دستور اور آئین پیش نہیں کیا جیسا کہ امیر المومنین اور امام المتقین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر نخعی کو تحریر فرمایا آج دنیا اور اہل دنیا اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس کے بہت سے تراجم ہوئے ہیں اور مختلف زبانوں میں اسے شائع کیا گیا ہے۔ اگر یہ آئین اور نظام نافذ ہو جائے تو دنیا جنت کا نمونہ بن جائے، عامۃ الناس کے مسائل حل ہو جائیں اور افراتفری، بے چینی اضطراب، غیر یقینی کی کیفیت دنیا سے ختم ہو جائے۔

یہ عہد نامہ نہج البلاغہ میں ۵۳ ہے یہ سب سے طویل عہد نامہ ہے یہ وہ فرمان ہے جس پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے خدا کے بندے علی امیر المومنین نے مالک ابن حارث اشتر کو جب انھیں مصر کا والی بنایا تھا اور اس کے اطراف کی حکومت ان کے سپرد کی تھی۔ اس کے محاسن اور خوبیاں حیطہ تحریر میں نہیں لائی جا سکتیں۔ دنیا میں امیر المومنین وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عبد الرحمن بن ملجم کی ضربت کے بعد یہ الفاظ زبان سے جاری کیے **فزت و رب الكعبة**